اصلی مرکز دمشق، بغداد اور حرمین سے قریب تر ہونے کے علاوہ مخصوص سیاسی حالات کے باعث سندھ کی مرکزیت ان عظیم مرکزوں کا ضمیمہ بنی رہی اس کے نتیجہ میں سندھ کی باکمال شخصیتوں کو وطن کی چہار دیواری سے باہر اپنے جوہر دکھلانے کے جس قدر مواقع حاصل تھے وہ خود اپنی جنم بھومی میں انھیں میسر نہیں آسکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ کی معروف ترین شخصیتیں صرف اپنی غریب الدیاری کی بدولت زندۂ جاوید رہیں ورنہ سندھ میں رہ کر ان کو بغداد کے خطیب و ابن النجار، مرو کے سمعانی یا دمشق کے ابن عساکر جیسے تذکرہ نگار ہرگز میسر نہیں آتے۔ کاش سندھی رُواۃِ علم و ادب کے لئے بھی کوئی ابن الفرضی یا ابن بشکوال پیدا ہوا ہوتا تو آج کتنی ہی نامعلوم شخصیتوں کا شمار مشاہیر میں ہوتا اور کتنی بے جان خاکوں میں جان پڑ گئی ہوتی، یہ واقعہ ہے کہ جن سندھی علماء کے سرسری خاکے کتب طبقات متراجم میں محفوظ رہ گئے ہیں آج ہم ان کے خد و خال صحیح طور پر اجاگر کرنے میں رنگ و روغن کا سارا ذخیرہ صرف کر ڈالنے پر بھی پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بہرحال اس سنگلاخ زمین کا طے کرنا اور موضوع کا حق ادا کرنا جس قدر کٹھن اور صبر آزما کام ہے اس کا اندازہ کچھ اہل نظر ہی کر سکتے ہیں کہ سندھ و ہند کے علماء قدیم کی جو پرچھائیاں ہزاروں صفحات میں پھیلی ہوئی کتب طبقات و تراجم میں ضمناً یا اصالۃً باقی رہ گئی ہیں ان کو تحقیق کی گرفت میں لانا اور ذمہ دارانہ شناخت کے بعد ان سے بزم پیشیں کو آراستہ کرنا "جام و سندان باختن" کا مصداق ہے۔ قاضی اطہر صاحب اپنی اخباری مصروفیتوں کے باوجود اس خالص علمی و ثقافتی خدمت کے انجام دینے میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ ان کی مسلسل ورق گردانیوں کا خلاصہ کتاب[1] رجال السند والہند الی القرن السابع کی شکل میں ارباب علم و فن کے ہاتھوں میں ہے ہمیں یقین ہے کہ اسلامیات کے مکتبہ میں یہ کتاب موضوع کی سنگلاخی اور مؤلف

[1] المطبعۃ الحجازیۃ، ۹۵ شارع محمد علی بومبائی ۳ (الہند) ذو الحجہ ۱۳۷۷ھ جون ۱۹۵۸ء

کے ذوقِ تحقیق و تفحص کے لحاظ سے گراں قدر اضافہ قرار پائے گی۔

اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سندوہند کے محدثین، مفسرین، فقہاء، ادباء، شعراء اطباء اور دوسرے قابلِ ذکر اشخاص کی بہت بڑی جماعت کا تعارف بیک نظر حاصل ہو جاتا ہے۔ کتاب کے ابتدائی صفحات میں مختلف الدیار علماء کی تقریظیں نثر و نظم میں درج ہیں مؤلف کی اس عظیم خدمت کے اعتراف میں فاضل تقریظ نگاروں نے بجا طور پر اپنے بہترین جذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مؤلف کا مبسوط مقدمہ صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۴۶ تک سندھ کے قدیم تاریخی و جغرافیائی ماخذوں کے سرسری ذکر کے علاوہ سندوہند کے مردم خیز خطوں اور تاریخی اہمیت کے شہروں کے تفصیلی تعارف پر مشتمل ہے۔ تراجم و سوانح کا حصہ صفحہ ۴۷ سے صفحہ ۳۰۹ تک اس کے بعد فہرست رجال صفحہ ۳۲۵ تک اور اخیر میں مصادر و مآخذ کی فہرست صفحہ ۳۲۸ تک درج ہے

مؤلف کی بے پایاں محنت و کاوش کے اعتراف کے ساتھ تحقیق طلب امور پر اظہار خیال اور شواہد و قرائن کی وضاحت ہمارا علمی و اخلاقی فرض ہے۔ امید کہ مؤلفِ کتاب مندرجہ ذیل معروضات کو علمی خلوص پر محمول فرماتے ہوئے ہمارے اختلاف و وجوہِ اختلاف پر غور فرمائیں گے، ہم نے اپنے فرض کے پورا کرنے میں علمی و تحقیقی حدود و قیود کی رعایت حتی الامکان مدنظر رکھی ہے۔

(۱) مؤلف نے سندوہند کو قدیم عرب مؤرخین و جغرافیین کی مقررہ عادت کے مطابق دو مستقل اقلیموں کی حیثیت دی ہے ہمارے ناقص خیال میں صحیح طریقہ کار بھی یہی تھا البتہ انھوں نے بعض ایسے علاقوں کو بلاد سندھ میں شامل کر لیا ہے جن کی بابت قدیم عرب جغرافیہ نگاروں کا قول ثبوت میں پیش نہیں کیا جا سکتا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:

(الف) بامیان کو سندھ کا علاقہ تصور کیا گیا ہے اور کتاب کے اصل حصہ میں

بامیان کے کئی اشخاص کے تراجم نقل کئے گئے ہیں، ہمارے خیال میں بامیان کے اشخاص کو سندھ و ہند کے ارباب علم و دانش کے طبقات میں شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سمعانی بامیان کی نسبت میں اس کا موقع بلخ و غزنہ کے درمیان بتاتے ہیں یہاں کے مضبوط قلعہ اور بت خانہ کی بلند عمارت اور اس کے اندرونی نقش و نگار کا تذکرہ کرتے ہیں، سرخ بت اور خنگ بت کا نام بتاتے ہیں۔ معروف جغرافیہ نویس یاقوت، معجم البلدان میں سمعانی کے بیان پر صرف اتنا اضافہ کرتا ہے کہ بلخ سے بامیان تک دس مرحلے ہیں اور غزنہ سے بامیان تک آٹھ مرحلے۔ چوتھی صدی ہجری کی فارسی کتاب جغرافیہ حدود العالم کا بیان سمعانی سے قطعاً مختلف نہیں اس میں بامیان کا موقع غزنہ اور حدودِ خراسان کے درمیان بتایا گیا ہے۔ ابن الفقیہ خراسان کی علاقائی تقسیم میں بامیان کو تیسرے حصہ میں (الربع الثالث من خراسان) رکھتا ہے (دیکھو الانساب سمعانی ۶۳ ب، معجم البلدان ج ۱ ص ۴۸۱ ابن الاثیر اللباب ج ۱ ص ۹۲ حدود العالم (ترجمہ) ص ۱۰۹، کتاب البلدان، ابن الفقیہ ص ۳۲۱) غرض بامیان کا سندھ سے رشتہ جوڑنا ظاہرا بالکل غلط ہے

(ب) بامیان کی طرح ارض الداور یا زمندا ور بھی صحیح جغرافیائی بیان کے بموجب سندھ کے وسیع حدود میں شامل نہیں کیا جا سکتا لیکن مؤلف کتاب نے بلا تامل زمنداور کے علماء کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے اور زمنداور پر مقدمۂ کتاب میں یاقوت کا اقتباس پیش کیا ہے۔ بلادِ داور کا موقع غور اور بست کے درمیان حدود خراسان میں ہے (حدود العالم ص۱۱۱) ابن خرداذبہ سجستان کے شہروں کو شمار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

والرخج وبلاد الداور وهي مملكة رستم الشديد مملكة كيقاوس (المسالك والممالك ص۳۹) ابن الفقیہ کی کتاب میں انہی الفاظ کا اعادہ ہے (البلدان ص۲۰۹) خود یاقوت کے الفاظ لفظ داور کے تحت سند سے اور

کا تعلق کسی طرح ظاہر نہیں کرتے اور اس نے لفظ نرد یعنی بلاد داور کے صنم مرصع کے ذکر میں جو لکھا ہے کہ "صنم کان فی بلاد الدا اور منارعن السند" یا اس کے مقدم الذکر بیان اور بقیہ تمام جغرافیہ نویسوں کی تحریر کے خلاف ہے۔ لہذا یاقوت کے اس آخری بیان سے مؤلف اگر استدلال کرنا بھی چاہیں تو متفقہ جغرافیائی اقوال کی روشنی میں اس کی گنجائش نہیں نکلتی۔

(۲) سندھ کے مشہور متنازع فیہ شہر بیرون کے نام میں قدیم تصحیف برقرار رکھی گئی ہے۔ مؤلف کے نزدیک بیرون (بہ یائے موحدہ) کی صحت غیر مشکوک ہے وہ قلقشندی اور ابن سعید مغربی کے اقتباسات پیش کرتے ہیں (مقدمہ رجال السند ص ان میں سے قلقشندی کا بیان اس نام کی تحقیق و ضبط سے خالی اور اصل میں البیرونی کی معروف کتاب القانون المسعودی سے ماخوذ ہے۔ قانون کی طباعت چند قدیم مخطوطوں کی بنیاد پر ہو چکی ہے اور اس میں اس شہر کا نام نیرون (بالنون) درج ملتا ہے جس کی صحت پر اہل تحقیق عموماً اتفاق رکھتے ہیں۔ بیرونی شہر کا طول ۸۴ درجہ ۳۰ دقیقہ (صد / ل) اور عرض البلد ۲۴ درجہ ۴۵ دقیقہ (کد / مہ) بتاتا ہے جو قلقشندی کے یہاں بالکل صحیح منقول ہے۔ بہرحال صبح الاعشیٰ میں بیرون بالباء کا وجود تصحیف پر مبنی ہے (القانون المسعودی ج ۲ / ۵۵۲)۔ واقعہ یہ ہے کہ اس لفظ کا ضبط کسی قدیم جغرافیہ نویس کے یہاں نہیں ملتا البتہ جغرافیائی کتابوں میں عام طور سے اس کی قراءۃ بیرون بالباء کی گئی ہے۔ اصطخری کی کتاب المسالک والممالک میں (بیرون) (بالباء) ہے لیکن اس کے قلمی نسخوں میں نیرون اور نیروز کی شکلیں بھی ملتی ہیں آخری شکل بزائے معجمہ بعد الواو ہے بلاذری کی فتوح البلدان میں صرف ایک جگہ اس کا ذکر آتا ہے جس کی قراءت مستشرق دخویہ حسب عادت بالباء کرتا ہے حالانکہ اصل نسخہ میں السرون بلا اعجام لکھا ہے (دیکھو فتوح البلدان ص ۴۳۲ ما فی جہت

یورپ) ابن حوقل کے مخطوطوں میں ایک جگہ البروزق اور دوسری جگہ السدوزی شکل ہے لیکن ایڈیٹر نے اسی قراءۃ کو اختیار کیا ہے (المسالک و الممالک صفحہ ۲۲۲، صفحہ ۲۳۰) حدود العالم کے واحد مخطوط میں لوزوز کی شکل ہے اس موقع پر انگریزی ترجمہ و شرح کے مؤلف مینورسکی کی تعلیق آیندہ درج کی جائے گی۔ مقدسی کی احسن التقاسیم اور ادریسی کی نزہۃ المشتاق فی اختراق الآفاق کے نسخوں میں اس کی شکلیں کتنی مختلف رہی ہیں ان کا اندازہ نشان دادہ صفحات سے رجوع کرنے پر ہوگا (مقدسی صفحہ ۴۷۷ مع حاشیہ ۴۸۳، وصف الہند وما یجاورھا من البلاد (نزہۃ المشتاق) صفحہ ۲۶، صفحہ ۲۹، صفحہ ۳۰ علی گڈھ ۱۹۵۴ء) یاقوت اپنی وسیع ترین کتاب جغرافیہ میں بیرون (بالیاء) کا ذکر نہیں کرتا۔ ابن سعید مغربی کا قول کہاں تک قابل اعتماد ہو سکتا ہے اس کی تفصیل آیندہ کسی مناسب موقع پر پیش کی جائے گی ہمارا خیال یہ ہے کہ سندھ کا یہ شہر نیرون (بالنون) تھا جیسا کہ اہل تحقیق لکھتے ہیں (حواشی چچ نامہ صفحہ ۲۵۱ وغیرہ دیکھو)

(۳) رجال السند والہند کے موضوع سے صرف ایسی شخصیتوں کا تعلق ہے جو مندرجہ ذیل شرطوں میں سے کسی ایک شرط پر پوری اترتی ہوں

(الف) جن کا مولد و منشاء سندھ و ہند کا کوئی علاقہ ہو اور یہیں ان کی زندگی کا بڑا حصہ بسر ہوا ہو خواہ ان کی وفات کسی بیرونی ملک میں واقع ہوئی۔

(ب) جن کا نسلی تعلق سند و ہند سے ثابت ہو لیکن ان کا مولد کہیں باہر کے ملکوں میں ہے اور ان کی زندگی باہر ہی تمام ہو گئی۔

(ج) جو لوگ باہر سے ترکِ وطن کر کے ہند و سند کے کسی علاقہ میں آ بسے۔

مذکورہ شرطوں سے شاید کسی کو اختلاف نہ ہوگا، لیکن کتاب کے مندرجہ تراجم کا سرسری جائزہ لیتے ہی اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ مؤلف نے اولین دو شرطوں کو بالا رادہ توڑ دیا ہے اور کسی شخص کے سندی الاصل یا سندی المولد ہونے کے ثبوت

میں جن دلائل یا قرائن وشواہد کی ضرورت ہو سکتی ہے اصولی طور پر ان کا واضح نقشہ مؤلف کے پیش نظر نہیں رہا۔ یہ واضح رہے کہ تراجم وطبقات کی کتابوں میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ملتی ہے جن کے اسماء وکنیٰ ، سندی ، ہندی ، ابوالسندی ، ابوالہندی وغیرہ ہیں لیکن ان لوگوں کے سندی الاصل ہونے کے بارہ میں کوئی ثبوت علی العموم پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مؤلف کتاب کا نظریہ کسی کو سندی الاصل قرار دینے کے سلسلہ میں یہ رہا ہے کہ مذکورہ اعلام وکنیٰ کی دلالت کافی سمجھ لی جائے۔ اس کتاب کے کثیر تراجم کا نفس موضوع سے اسی قدر تعلق ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اشخاص متعلقہ میں سے کسی کا نام سندی تھا اور کسی کا ہندی۔ کسی کی کنیت ابوالسندی تھی اور کسی کی ابوالہندی ، کوئی ابن السندی کہلاتا تھا اور کوئی ابن الہندی۔ ذیل میں ہم اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ مؤلف کے خیال کے برخلاف ہر جگہ ، سندی ، ابوالسندی یا ہندی ، ابوالہندی کسی شخص کی سندیت یا ہندیت کے بارہ میں دلیل وحجہ نہیں بن سکتے جب تک اس کی اصلیت کسی مستند ماخذ سے بصراحت معلوم نہ ہو یا قوی قرائن وشواہد اس کے ہندی نژاد ہونے کے حق میں نہ پائے جائیں ہم یہاں ان اشتباہ انگیز الفاظ میں سے صرف سندی ، ہندی اور دیبلی کی نسبت اپنا خیال ظاہر کریں گے کہ مؤلف کے ذہن پر انہی لفظوں کا غلبہ واستیلاء رہا ہے۔

(الف) سندی کا لفظ عربی زبان میں سند کی طرف نسبت ہے اور علم ولقب[1] کی حیثیت سے بھی مروج رہا ہے سمعانی کی کتاب الانساب میں دونوں حیثیتیں واضح کی گئی ہیں جن شخصیتوں کے لئے سندی بطور علم یا لقب استعمال کیا گیا ہے ہمارے نزدیک

---

[1] خود مؤلف نے سہل بن عبدویہ الرازی کے ترجمہ میں ذہبی کا قول نقل کیا ہے — "یلقب السندی" (رجال السند ص ۱۰۴) اور ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن السندی کے تذکرہ میں ابن العماد نے حوالہ صاحب العبر شاید ابن خلدون کے الفاظ نقل کئے ہیں "کان اصلہ من حمیر مینا فیل لہ السندی من اللقب بالھند"

ان کا سندی الاصل ہونا قطعاً ضروری نہیں۔ بہرحال کتاب الانساب کی یہ صراحت مدِنظر رہنی چاہیے کہ " واسم علی وزان ھذہ النسبة وھو السندی بن شاھک صاحب الحرس الخ یعنی سندی کا ہم وزن نام بھی ہوتا ہے جیسے سندی بن شاھک کا نام۔ سمعانی کے اس بیان کی توثیق و وضاحت ابن الاثیر کی اللباب فی تھذیب ہو جاتی ہے ان کے الفاظ صریح ہیں کہ — وفی الاسماء مایشبہ ھذہ النسبة یعنی اسماء واعلام میں اس نسبت (سندی) کا ہم وزن بھی مروج رہا ہے حیرت ہے کہ مؤلف کتاب کے پیشِ نظر دونوں کتابیں رہی ہیں اس کے باوجود انھوں نے اس مشترک بیان پر غور نہیں کیا اور اس کے نتیجہ میں بڑی غلط فہمی میں مبتلا رہے سمعانی اور ابن الاثیر کے متفقہ بیان کی مزید توثیق میں یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ علم و لقب کے طور پر صرف سندی یا السندی ہی مروج نہیں رہا تھا بلکہ اور مقامات کی نسبتوں کے ہم وزن اعلام و اسماء بھی کتبِ طبقات و رجال میں بکثرت ملتے ہیں اور ان اعلام و اسماء سے موسوم اشخاص کی اصلیت و نسل اولیت کا الحاق ان مقامات سے ثابت نہیں ہوتا۔ مثلاً مکی بن بندار بن مکی بن عاصم ابو عبداللہ الزنجانی ابونعیم کی کتاب تاریخ اصبہان کے رجال میں ہیں (تاریخ اصبہان ج ۲/۳۲۶، یورپ) اس شخص کی اصل زنجان سے قرار پائے گی اگر کوئی شخص دادا اور پوتا دونوں کے موسوم بمکی ہونے کی بنا پر ان دونوں کو مکی الاصل قرار دے تو یہ بات مضحکہ خیز ہوگی، اسی طرح جنید کوفی بن جنید اسی اخبار اصبہان کی شخصیتوں میں ہے (ج ۱ ص ۲۵۲) جنید کا باپ کوفی نام رکھتا تھا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ کوفی الاصل تھا بہت عجیب ہوگا اس قسم کے اعلام کی طویل نہرست سے بحث کو طول دینا لاطائل ہوگا ہمارا مقصد یہ واضح کر دینا ہے کہ جہاں سندی علم کے طور پر آیا ہے وہاں اچھی طرح غور کر لینا چاہیے اگر کسی ایسے شخص کی سندیت تذکرہ نگاروں کی صراحت یا تاریخی قرائن کی دلالت سے

کو پہنچ جائے تو اس کا تذکرہ رجال السند کے طبقے میں درست قرار پائے گا اور عدم ثبوت کی شکل میں صرف اسم و علم کی بنیاد پر کسی کا سندھ سے رشتہ جوڑ دینا سندی تراشی کے جذبہ کو تسکین پہنچا سکتا ہے تحقیق کا حق نہیں ادا کر سکتا۔

(ب) ہندی یا ابوالہندی کا یہی حال رہا ہے کہ ہندی صرف نسبت ہی نہیں بلکہ بطور عَلَم بھی مستعمل رہا ہے لہذا کسی کو ہندی الاصل قرار دینے کے لئے اس سے موسوم ہونا کافی نہیں۔ ہند عربوں کے محبوب ترین اسماء میں سے ہے اور عہدِ جاہلیت اس سے ذکور واناث کے لئے عام رہا ہے۔ ہندی بھی عربی اعلام میں اتنا ہی مقبول تھا اس نام کی شہرت کے پیش نظر کسی دلیل کی ضرورت نہیں لیکن مؤلف کی غلط فہمی زائل کرنے کے لئے یہاں لسان العرب کا ایک نقرہ پیش کر دیا جاتا ہے جو ابو منصور الازہری کی کتاب تہذیب اللغۃ سے ماخوذ ہے ومن اسمائھم ھندی وھنّاد وھند۔ (لسان ج ۷ ص ۵۰۴) آیندہ معلوم ہو گا کہ اس بارہ میں بھی مؤلف کا نقطۂ نظر کس قدر غلط رہا ہے۔

(ج) سندی اور ہندی دونوں لفظ علم اور نسبت کی مشترکہ حیثیت رکھتے تھے یہاں ہمیں بعض ایسی نسبتوں کی طرف اشارہ کر دینا ہے جو مشترک نام کے شہروں کی نسبت ہونے یا خطی مشابہت کی وجہ سے مصحف ہو جانے کی بناء پر مؤلف کو بار بار غلطیوں میں مبتلا کرتے رہے مثال کے طور پر منصوری، بوقانی اور دیبلی کی نسبتیں پیش کی جاتی ہیں آخری لفظ دیبلی (بتقدیم الیاء المثناۃ) سندھ کے مشہور شہر دَیبُل (دال مفتوح یاء مثناۃ ساکنہ، باء موحدہ مضموم اور لام) کی طرف نسبت ہے مؤلف نے شہر دیبل کا مفصل تعارف بھی پیش کیا ہے (رجال السند ص ۲۷-۲۸) لیکن اس امر کا انھوں نے خیال نہیں کیا کہ سندھ کا دَیبُل بتقدیم یائے مثناۃ ہے اور اس کا ہم شکل دبیل بتقدیم بائے موحدہ ایک معروف مقام رہا ہے جس کو سندھ کے علاقہ سے کوئی واسطہ نہیں۔

محدثین و رُواۃ کی شخصیتیں تنہا سندھ کے شہر دیبل ہی میں پیدا نہیں ہوئی تھیں کتنے محدثین و قراء ایسے بھی گذرے ہیں جن کا تعلق دیبل سندھ کے بجائے دبیل (بہ تقدیم بائے موحدہ) سے تھا چنانچہ سمعانی کی کتاب میں ہر دو نسبتوں کا ذکر اپنی اپنی جگہ پر ملتا ہے الدبیلی (بہ تقدیم الباء الموحدہ) کی نسبت اس ضبط کے ساتھ ملتی ہے ۔

"بتقدیم الباء و بفتح الدال وکسر الباء .... ھذہ النسبۃ الی دبیل وھی قریۃ من قری الرملۃ (الانساب) ہر دو مقاموں کی بابت مزید تفصیل لغوی و جغرافیائی ماخذوں سے پیش کردی جاتی ہے فیروزآبادی مؤلف قاموس مادہ دبل کے تحت پہلے دبیل بتقدیم الباء الموحدۃ بروزن امیر کے بارہ میں لکھتے ہیں ۔ "موضع بالسند" یہ قول حسب تصریح زبیدی شارح قاموس تنہا ابو علی الفارسی سے ماخوذ ہے زبیدی نے صراحت کی ہے ۔ "عن الفارسی وانشد سیبویہ :-

سیصبح فوقی اقتم الراس واقعا بقالیقلا او من وراء دبیل

(تاج العروس ج ۷/۳۱۷) فارسی ایک مستند اور محقق ترین نحوی ہے اس کی امامت فن نحو و عربیہ میں معروف و مسلم ہے لیکن جغرافیہ اور خصوصاً جزیرۃ العرب سے باہر کے جغرافیہ میں اس کا قول کوئی اہمیت نہیں رکھتا پھر اس کے خلاف تمام محققین جغرافیہ کے اقوال ہیں ۔ خود اس شعر میں آرمینیہ کے مشہور شہر قالیقلا کا ذکر اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ دبیل کا موقع و محل کہیں آس پاس ہوگا مشہور جغرافیہ نویس ابو عبید البکری جو نحو و لغہ میں بھی طبقۂ علیا کے محققین میں شمار کیا جاتا ہے فارسی کے اس قول سے بے تعلق ہو کر معجم ما استعجم میں دبیل بروزن فعیل کے متعلق لکھتا ہے ۔ "من بیت من الشام معروفۃ ، ودبیل بتقدیم الیاء موضع آخر یذکر فی موضعہ (معجم ما استعجم ص ۵۴۳ مصر) مؤخر الذکر مقام دیبل بتقدیم یائے مثناۃ کے ذکر میں

کے الفاظ یہ ہیں — الدیبل بفتح اولہ وبالباء المعجمۃ بواحدۃ المضمومۃ، مدینۃ معروفۃ فی ارض السند ویقال لہا ایضا الدیبلان انشد ابوعمرو عن ثعلب عن ابن الاعرابی ۔

کان ذراعہ المشکول منہ   سلیب من رجال الدیبلان

(معجم ما استعجم ص۵۶۹ مصر) اس بیان سے ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے کہ دیبل السند کو دیبلان بصیغۂ تثنیہ بھی کہا کرتے تھے لیکن ہمارے خیال میں یہ صرف شاعری کی زبان ہے اور عربوں کی عادت جزیرۃ العرب کے بہت سے مقامات کے سلسلہ میں صیغۂ تثنیہ استعمال کرنے کی رہی ہے اسی کے مطابق کہنے والے نے الدیبلان کہہ دیا۔ فارسی کے قول کا ضعف خود فیروزآبادی کی اس تصریح سے واضح ہو جاتا ہے کہ — "ودیبل بضم الباء الموحدۃ وسکون الیاء المثناۃ التحتیۃ والدال مفتوحۃ ویقال الدیبلان علی التثنیۃ" اس دیبل کے تعارف میں زبیدی نے صغانی کا حسب ذیل بیان نقل کیا ہے کہ — "قصبۃ بلاد السند التی ترفأ الیہا السفن قال الصاغانی اہلہا صلحاء وامراؤہا طلحاء قدیما وحدیثا یشارکون قطاع طریق سفن البحر ویضربون معہم بسہم" (تاج العروس ج ۷/ ۳۱۷) دیبل کے امیروں کی اوباشی اور بحری ڈاکوؤں سے ان کا ساجھا گویا صاغانی کے عہد تک قائم تھا فتوح سندھ کے اسباب میں ایک قوی سبب اُن سمندری ڈاکوؤں کی شرارتیں تھیں تاج العروس کی دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ دبیل (بتقدیم الباء الموحدۃ) کی نشاندہی سندھ میں صرف الفارسی کا بیان ہے اور صاغانی کو اس کا علم نہیں بظاہر اس نام کی کوئی جگہ سندھ میں ہوتی تو صاغانی کو اس سے ضرور واقفیت ہوتی پس صاغانی کی عدم واقفیت فارسی کے قول کی تردید کے لئے کافی ہے۔ بکری کی منقولہ بالا عبارت میں دیبل الشا

اور دیبل السند کے ناموں میں وقوعِ تصحیف کا اندیشہ ظاہر کیا جا چکا ہے لہٰذا دیبلی کی نسبت جہاں بھی نظر آئے اس کی بابت تحقیق کر لینی چاہیئے کہ یہ نسبت فی الواقع دیبل السند کی طرف ہے یا دیبل الشام کی طرف، مطبوعات و مخطوطات میں عموماً یہ نسبت لفظوں کے معمولی ہیر پھیر سے مصحف ہو گئی ہے یاقوت نے لفظ دیبل کے ماتحت جزیرۃ العرب کے اندر اور باہر اس نام کے کئی مقامات چھوٹے بڑے ذکر کئے ہیں ہمیں خاص طور پر دبیل ارمینیہ اور دبیل الرملہ (الشام) سے واقف ہونا چاہیئے (یاقوت معجم البلدان ج ۲ / ۴۹۵ ابن الفقیہ ص۲۹۵ کہ ہماری علمی و ثقافتی تاریخ میں دیبل السند کے علاوہ دبیل سے منسوب رجال علم کا تذکرہ آتا ہے ابن خرداذبہ ارمینیہ الثالثہ کے مقامات میں کور دبیل کا ذکر کرتا ہے (المسالک ص۱۲۲) اسی کے الفاظ قدامہ بن جعفر کی کتاب الخراج میں بھی ملتے ہیں۔ (نبذ من کتاب الخراج وصنعۃ الکتابۃ ص۲۴۶ وغیرہ)

ان چند اصولی نقاطِ بحث سے گذر کر ہم کتاب کے اصل حصہ تراجم کا جائزہ قدرے تفصیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں یہ تفصیل بوجوہِ ذیل منقسم ہوگی۔

(۱) وہ تراجم جو اشخاص متعلقہ کے موسوم یا ملقب بہ سندی ہونے کی بناء پر درج کتاب کئے گئے۔

(۲) وہ تراجم جن کا اندراج اشخاصِ متعلقہ کی کنیت ابو الہندی یا ابو السندی ہونے کی بنیاد پر کیا گیا۔

(۳) وہ تراجم جو کسی مصحف یا مشترک نسبت سے عدمِ واقفیت کی بنا پر درج کئے گئے۔

(۴) جن تراجم کا اندراج سندھ کے جغرافیائی حدود کو عرب جغرافیہ نویسوں کی تحدید کے خلاف وسعت دینے پر یا کسی خلاف تحقیق جغرافیائی بیان کو تسلیم کر لینے

پر مبنی ہے۔

(۵) جن تراجم کے سلسلہ میں بحث و تحقیق کی گئی ہے۔

(۶) چند ایسے تراجم کی نشاندہی جن کا اندراج کتاب میں مؤلف کے نقطۂ نظر سے ہونا چاہیئے تھا۔

(۷) چند ایسے تراجم جن کا درج کتاب ہونا نفس موضوع کا تقاضہ تھا۔

(۸) کتاب کی بعض جزوی غلطیاں جن کا تعلق مؤلف کی تحقیق یا نقل و طباعت سے ہے

(۱) اولین شق کے متعلق راقم اپنے زاویۂ نظر کی وضاحت کر چکا ہے، کتاب کا بہت بڑا حصہ ان تراجم کا مرقع ہے جن کا تعلق رجال سند و ہند کے موضوع سے بمشکل قایم کیا جا سکتا ہے ہم فرداً فرداً ہر ترجمہ کی تفصیل میں جانے کے بجائے ایک فہرست پیش کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد ضروری اشارے کیئے جائیں گے۔

(۱) احمد بن سندی بن حسن بن بحر، الحداد (رجال السند ص۴۷-۵۲)

(۲) احمد بن سندی بن فروخ المطرز البغدادی (" ایضاً " ص۵۲ ")

(۳) احمد بن السندی، الباغی الرازی (ایضاً ص۵۵-۵۶)

(۴) ابن الہندی = احمد بن سعید بن ابراہیم المالکی الہمدانی (ایضاً ص۵۶ + ص۲۷۵)

(۵) ابن السندی = احمد بن القاسم بن یسما ابوبکر البیع البغدادی (ایضاً ص۵۶)

(۶) ابراہیم بن علی بن السندی (ایضاً ص۶۸ - ۶۹)

(۷) ابراہیم بن السندی بن شاہک (ایضاً ص۷۰ - ۷۵)

(۸) ابراہیم بن عبدالسلام، ابن اخی السندی بن شاہک (ایضاً ص۷۶)

(۹) ابراہیم بن عبداللہ، ابن اخی السندی بن شاہک (ایضاً ص۷۶)

(۱۰) اسماعیل بن محمد بن رجاء السندی (ایضاً ص[illegible])

(۱۱) رجاء بن السندی النیساپوری ابو محمد (رجال السند ص۱۳۶) .

(۱۲) السندی بن شاہک (رجال السند ص۱۳۹-۱۴۳)

(۱۳) سندی بن شماس البصری (ایضا ص۱۴۴)

(۱۴) سندی بن صدقۃ الشاعر (ایضا ص۱۴۴)

(۱۵) سندی بن عبدویہ الکلبی الرازی (ایضا ص۱۴۴-۱۴۶)=
سہل بن عبدالرحمٰن (ص۱۵۱-۱۵۲) = سہل بن عبدویہ

(۱۶) سندی بن علی الوراق البغدادی (ایضا ص۱۴۶-۱۴۸)

(۱۷) السندی بن یحیی الحرشی (ایضا ص۱۴۸-۱۵۰)

(۱۸) ابو السندی = سہل بن ذکوان المکی الواسطی (ایضا ص۱۵۲-۱۵۳)

(۱۹) کشاجم بن الحسن بن شاہک (السندی) (ایضا ص۱۹۴-۱۹۸)=
محمد بن الحسن بن سندی بن شاہک

(۲۰) محمد بن رجاء السندی (ایضاً ص۲۱۷-۲۱۸)

(۲۱) محمد بن محمد بن رجاء السندی (ایضا ص۲۳۶-۲۳۷)

(۲۲) موسی بن السندی الجرجانی (ایضاً ص۲۵۰-۲۵۲)

(۲۳) ابن السندی = نصر اللہ بن احمد بن القاسم بن سیما (ایضا ص۲۵۸)

(باقی)

کتابت حدیث

حدیثوں کی ترتیب و تدوین کی تاریخ پر ایک جامع مقالہ

مؤلفہ مولانا سید منت اللہ شاہ صاحب رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب اس موضوع پر لکھی گئی ہے کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس زمانے میں قلم بند کی گئیں، کیا ان کی کتابت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہو چکی تھی؟ طرز بیان نہایت سلیس، دل میں اتر جانے والا۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے۔

تاریخ الرِّدّۃ

از

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب استاذ ادبیات عربی دہلی یونیورسٹی)

(۴)

عُروہ بن زُبیر: ابوبکر صدیقؓ نے خالدؓ کو ہدایات دینا شروع کیں اور کہا: خالد! خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے ماتحت ساتھیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ، تمھارے ساتھ رسول اللہؐ کے پرانے مہاجر و انصار صحابہ ہیں، اپنے معاملات میں اُن سے مشورہ کرو اور ان کی صوابدید کے مطابق عمل کرو، فوج سے آگے آگے ہراول دستے رکھو جو تمھارے کیمپ کے لئے مناسب ٹھکانے تلاش کریں، کوچ کے وقت اپنے ساتھیوں کو عمدہ فوجی ترتیب میں رکھو، اُسد اور غطفان کے علاقہ میں پہنچ کر تم دیکھو گے کہ ایک گروہ تمھارا مطیع ہے تو ایک مخالف، اور کچھ نہ مطیع ہوں گے نہ مخالف بلکہ متذبذب اور اس بات کے منتظر کہ جو جیتے اس کے وفادار ہوں، (مجھے ان کا تو زیادہ ڈر نہیں) لیکن مجھے اندیشہ اہلِ یمامہ (بنو حنیفہ) کی طرف سے ہے، ان سے جنگ میں خدا سے مدد طلب کرنا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ سب کے سب اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اگر مدینہ کے نواح میں تمھیں کامیابی ہو تو یمامہ کا رُخ کرنا، وہاں تم ایسے دشمن سے مقابل ہو گے، جو اول سے آخر تک تمھارے خلاف ہے، جس کا علاقہ سخت دشوار گذار ہے جہاں صرف جنگلوں سے ہو کر پہنچنا ممکن ہے، اُن جنگلوں میں سفر کے دوران